روزہ، تراویح اور زکوٰۃ کے متعلق اہم

احکام ومسائل

(فصول في الصيام والتراويح والزكوٰة باللغة الأردية)

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

ترجمہ

عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ

طباعت واشاعت

دفتر تعاون برائے دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض

مملکت سعودی عرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله نحمده، ونستعينه ونستغفره ونتوب إليه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلامضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لاإله إلا الله وحده لاشريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين وسلم تسليما، أما بعد:

ماہ رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں درج ذیل فصول پیش کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمارے عمل کو خالص اپنے لیے، اپنی شریعت کے مطابق اور اپنی مخلوق کے لیے فائدہ مند بنائے، بیشک وہ بڑا سخی اور کرم نواز ہے:

پہلی فصل: روزہ کے حکم کے بیان میں۔

دوسری فصل: روزہ کی حکمتوں اور فوائد کے بیان میں۔

تیسری فصل: مسافر اور مریض کے روزے کے حکم کے بیان میں۔

چوتھی فصل: مفسدات صیام یعنی روزہ توڑنے والی چیزوں کے بیان میں۔

پانچویں فصل: تراویح کے بیان میں۔

چھٹی فصل: زکوٰۃ اور اس کے فوائد کے بیان میں۔

ساتویں فصل: اہل زکوٰۃ کے بیان میں۔

آٹھویں فصل: زکوٰۃ الفطر کے بیان میں۔

فصل اول: روزہ کے حکم کے بیان میں

ماہ رمضان کا روزہ اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت اور مسلمانوں کے اجماع کے ذریعہ ثابت شدہ ایک فریضہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۞ أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْراً فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۞ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيَ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَن كَانَ مَرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُواْ الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُواْ اللّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند ہی

دن ہیں، لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کر لے اور اس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں، پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اسی کے لیے بہتر ہے، لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے اگر تم باعلم ہو۔ ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیے، ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کر لو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔ (البقرۃ:۱۸۳-۱۸۵)

اور نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، خانہ کعبہ کا حج کرنا اور ماہ رمضان کا روزہ

رکھنا''۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

اورصحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

((رمضان کا روزہ رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا))۔

نیز ماہ رمضان کے روزہ کی فرضیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے، چنانچہ جس شخص نے ماہ رمضان کے روزہ کی فرضیت کا انکار کیا وہ مرتد اور کافر ہے، اس سے توبہ کرایا جائے گا، اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور اس کی فرضیت کا اقرار کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے کافر ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا۔

ماہ رمضان کا روزہ ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے نو رمضان کے روزے رکھے۔

روزہ ہر بالغ وعاقل مسلمان پر فرض ہے۔لہٰذا کافر پر روزہ واجب نہیں ہے اور نہ ہی اس کا روزہ مقبول ہوگا یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کر لے۔نیز کم سن بچے پر بھی روزہ واجب نہیں ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔ اس کے بالغ ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ پندرہ سال کی عمر پوری کر لے، یا اس کے زیرناف بال اگ آئے، یا احتلام وغیرہ کے ذریعہ اس سے منی نکلنے

لگے۔اور عورت کی بلوغت کی پہچان کے لیے ایک مزید علامت دم حیض (ماہواری) کا آنا بھی ہے۔جب کم سن بچہ (بچی) کے اندران میں سے کوئی علامت پائی جائے تو وہ بالغ ہوگیا،لیکن پھر بھی کم سن بچہ اگر بغیر کسی ضرر ونقصان کے روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے گا تا کہ اسے روزہ رکھنے کی عادت پڑ جائے اور وہ اس سے مانوس ہو جائے۔

جنون (پاگل پن) یا دماغ بدلنے یا کسی اور وجہ سے عقل کھو دینے والے شخص پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے، بنابریں اگر انسان معمر اور بڑی عمر کا ہے کہ وہ ہذیان بکتا اور یاوہ گوئی کرتا ہے اور اس کی تمیز کی صلاحیت مفقود ہو گئی ہے تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہے نہ ہی اس کے بدلے کھانا کھلانا۔

فصل دوم: روزہ کی حکمتوں اور اس کے فوائد کے بیان میں

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ''الحکیم'' ہے،اور حکیم اسے کہتے ہیں جو حکمت سے متصف ہو،اور حکمت کا مطلب ہے امور کو مضبوطی کے ساتھ انجام دینا اور انہیں ان کے مناسب مقام پر رکھنا،اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے اس نام کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا یا

مشروع فرمایاہے اس کے اندر ایک عظیم حکمت پوشیدہ ہے، جسے جاننے والے جانتے ہیں اور نہ جاننے والے اس سے نابلد ہیں۔

جو روزہ اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا اور اسے اپنے بندوں پر فرض قرار دیاہے اس کے اندر بڑی بڑی حکمتیں اور بہت سارے فائدے ہیں:

❁ **روزہ کی منجملہ حکمتوں میں سے یہ ہے کہ:** وہ ایسی عبادت ہے جس کے ذریعہ بندہ اپنی فطری طور پر محبوب چیزوں یعنی کھانا، پانی اور ہمبستری وغیرہ ترک کرکے اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہے، تاکہ اس کے ذریعہ اپنے پروردگار کی خوشنودی اور اس کی کرامت کے گھر (جنت) سے سرفراز ہو، اس سے یہ بات واضح اور عیاں ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی محبوب چیزوں کو اپنے نفس کی محبوب چیزوں پر اور دار آخرت کو دنیا پر ترجیح اور فوقیت دیتا ہے۔

❁ **روزہ کی ایک حکمت ومصلحت** یہ بھی ہے کہ اگر روزہ دار اپنے روزہ کے فریضہ کی بخوبی ادائیگی کرلیتا ہے تو یہ اس کے لیے تقویٰ وپرہیزگاری کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾

اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گیے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ (البقرۃ:۱۸۳)

لہٰذا روزہ دار اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا مامور ہے، اور تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم کی بجا آوری کی جائے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے اجتناب کیا جائے، اور یہی روزہ کا مقصود اعظم ہے، اس کا مقصد روزہ دار کو کھانے، پینے اور ہمبستری سے باز رکھ کر تکلیف دینا مقصود نہیں ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((مَن لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ وَالْجَهْلَ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَن يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ)).

جو شخص جھوٹ بولنے، اس پر عمل کرنے اور جہالت سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ شخص اپنا کھانا اور پانی چھوڑ دے۔ (صحیح بخاری)

((قول الزور)) سے مراد ہرحرام بات ہے، جیسے دروغ گوئی،غیبت، گالی گلوج اوران کے علاوہ دیگرحرام چیزیں۔((والعمل بالزور)) یعنی جھوٹ پر عمل کرنے سے مراد: ہرحرام کام پرعمل کرنا ہے جیسے خیانت، دھوکہ،جسمانی اذیت، مال ودولت چھین لینے اوراس طرح کی دیگر چیزوں کے ذریعہ لوگوں پرظلم وزیادتی کرنا۔اسی ضمن میں ان چیزوں کا سننا بھی داخل ہے جن کا سننا حرام ہے، جیسے حرام گانے اور آلات طرب وموسیقی وغیرہ۔ ((والجھل)) یعنی جہالت ونادانی سے مراد بیوقوفی اورکم عقلی ہے، یعنی قول وعمل میں عقل ورشد سے کام نہ لینا۔

جب روزہ داراس آیت اورحدیث کے تقاضے پرعمل پیرا ہوگا توروزہ سے اس کے نفس کی تربیت،اس کے اخلاق کی شائستگی اوراس کے سلوک کی درستگی ہوگی،اوررمضان کا مہینہ جاتے جاتے وہ انتہائی متاثر ہوگا جس کا اثر اس کے نفس،اس کے اخلاق اوراس کے سلوک میں نمایاں طور پردکھائی دے گا۔

❁ **روزہ کی حکمتوں میں سے یہ بھی ہے** کہ مالدارشخص اپنے اوپراللہ تعالیٰ

کی طرف سے عطا کردہ مالداری کی نعمت کی قدر کو پہچانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے شرعی طور پر حلال چیزوں میں سے اس کی من پسند چیزوں جیسے کھانا، پانی اور بیوی سے ہمبستری وغیرہ کا حصول آسان کر دیا ہے اور اسے قضا وقدر کے طور پر بھی اس کے لیے میسر کر دیا ہے، چنانچہ اس نعمت پر وہ اپنے رب کا شکر گذار ہوتا ہے، اور اپنے اس فقیر ومحتاج بھائی کو بھی یاد رکھتا ہے جسے یہ چیزیں میسر نہیں ہیں اور اس پر صدقہ اور احسان کے ذریعہ سخاوت کرتا ہے۔

❁ **روزہ کی حکمتوں میں سے:** نفس پر کنٹرول اور اس پر قابو حاصل کرنے کی مشق کرنا بھی ہے، تاکہ وہ اپنے نفس کو ایسی چیزوں میں لگا سکے جن کے اندر دنیا وآخرت میں اس کی خیر وبھلائی اور سعادت مندی ہے، اور اپنے آپ کو حیوان صفت انسان بننے سے دور رکھے جو مصلحت نفس کی خاطر اپنے نفس کو لذت وشہوات سے باز نہیں رکھ پاتا ہے۔

❁ **روزہ کی حکمتوں میں سے** حفظانِ صحت سے متعلق فوائد کا حصول بھی ہے جو کھانے کو کم کرنے اور نظامِ ہضم کو ایک معین وقت کے لیے آرام

پہنچانے کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے، کیونکہ اس طرح جسم کو نقصان پہنچانے والے بعض فضلات اور رطوبات جسم کے اندر جمنے نہیں پاتے ہیں۔

تیسری فصل: مریض اور مسافر کے روزہ کے حکم کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَن كَانَ مَرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾

جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں۔

(البقرۃ:۱۸۵)

مریض کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ مریض جس کی بیماری دائمی ہو اس کے ختم ہونے کی امید نہ ہو، مثال کے طور پر کینسر کی بیماری، اس صورتحال میں اس پر روزہ رکھنا ضروری نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی حالت ایسی نہیں ہے جس میں اس کے روزہ پر قادر ہونے کی امید کی جا سکے، لیکن وہ ہر دن کے روزہ کے بدلے

ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا، **اس کا طریقہ** یہ ہے کہ وہ یا تو ماہ رمضان (روزہ) کے دنوں کی تعداد کے مطابق فقراء ومساکین کو جمع کرے اور انہیں شام یا دوپہر کا کھانا کھلائے، جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ معمر (سن رسیدہ) ہونے پر کیا کرتے تھے، اور **دوسری صورت** یہ ہے کہ وہ روزہ کے دنوں کی تعداد میں فقراء ومساکین پر، ہر مسکین کے لیے ایک چوتھائی صاع نبوی کے حساب سے کھانا (غلہ) تقسیم کردے، ایک چوتھائی صاع نبوی کا وزن اچھے قسم کے گیہوں سے آدھا کلو دس گرام (510gm) ہوتا ہے، بہتر یہ ہے کہ کھانا (اناج) کے ساتھ سالن جیسے گوشت یا تیل وغیرہ بھی شامل کردے۔

یہی حکم اس بوڑھے اور معمر آدمی کا بھی ہے جو روزہ رکھنے سے عاجز وقاصر ہو، لہٰذا وہ بھی ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا۔

دوسری قسم: جس کی بیماری عارضی اور وقتی طور پر ہو اس کے ختم ہونے سے مایوسی ظاہر نہ ہوئی ہو، مثلاً بخار اور اس کے مشابہ دیگر بیماریاں، اس کی تین حالتیں ہیں:

پهلی حالت :اس کے لیے روزہ رکھنے میں کوئی مشقت و پریشانی نہ ہو اور نہ ہی اس سے اسے کوئی نقصان پہنچتا ہو، ایسی صورت میں اس پر روزہ رکھنا واجب ہے، اس لیے کہ اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔

دوسری حالت: اس کے لیے روزہ رکھنے میں مشقت و پریشانی ہو لیکن اس سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو، ایسی صورت میں اس کے لیے روزہ رکھنا مکروہ ہے، اس لیے کہ اس میں اس کے نفس پر مشقت و پریشانی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی رخصت کو اپنانے سے اعراض پایا جاتا ہے۔

تیسری حالت :اس کے لیے روزہ رکھنا نقصان دہ ہو، اس صورت میں اس کے لیے روزہ رکھنا حرام ہے، اس لیے کہ اس طرح وہ اپنے آپ کو ضرر و نقصان سے دوچار کر رہا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾

اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔(البقرۃ:۱۹۵)

اور حدیث میں نبی ﷺ سے ثابت ہے:

"نہ تو ضرر جائز ہے اور نہ ضرر رسانی"۔

اس حدیث کی تخریج ابن ماجہ اور حاکم نے کی ہے، اور امام نووی نے کہا ہے کہ اس کے کئی طرق ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

مریض پر روزہ کے نقصان دہ ہونے کا پتہ یا تو مریض کے خود اپنے نفس پر ضرر کے احساس یا کسی معتمد ڈاکٹر کی خبر کے ذریعہ لگایا جا سکتا ہے۔ بہر حال جب بھی اس قسم کا مریض روزہ توڑ دیتا ہے تو شفایاب ہونے کے بعد ان دنوں کی تعداد میں روزہ رکھے گا جن کا روزہ توڑ دیا تھا، اور اگر شفایاب ہونے سے پہلے مرگیا تو اس سے قضا ساقط (معاف) ہو جائے گی، اس لیے کے اس پر فرض یہ ہے کہ وہ دوسرے دنوں میں اسی تعداد میں روزہ رکھے اور اس نے اسے (یعنی دوسرے دنوں کو) نہیں پایا۔

مسافر کی دوقسمیں ھیں:

پہلی قسم: وہ مسافر جس کا مقصد اپنے سفر کے ذریعہ روزہ توڑنے کے لیے حیلہ و بہانہ تلاش کرنا ہے، ایسے شخص کے لیے روزہ توڑنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ کے فرائض کے لیے حیلہ و بہانہ اختیار کرنے سے وہ (فریضہ) ساقط نہیں ہوتا ہے۔

دوسری قسم :وہ مسافرجس کا یہ مقصد نہیں ہے،اس کی تین حالتیں ہیں:

پہلی حالت :اس کے لیے روزہ رکھنا سخت مشقت و پریشانی کا باعث ہو،ایسی صورت میں اس کے لیے روزہ رکھنا حرام ہے،اس لیے کہ نبی ﷺ ''فتح مکہ کی لڑائی میں روزہ سے تھے تو آپ کو اطلاع ملی کہ لوگوں پر روزہ شاق گذر رہا ہے اور وہ آپ کے فعل کا انتظار کررہے ہیں،چنانچہ آپ نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ طلب کیا اور اسے پی لیا،اس حال میں کہ لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے،(یہ دیکھ کر لوگوں نے بھی روزہ توڑ دیا) پھر آپ سے کہا گیا کہ:بعض لوگ (اب بھی) روزے سے ہیں،تو آپ نے فرمایا: ''وہ لوگ نافرمان ہیں،وہ لوگ نافرمان ہیں''۔(صحیح مسلم)

دوسری حالت :اس پر روزہ شاق ہو لیکن سخت مشقت کا باعث نہ ہو،ایسی صورت میں اس کے لیے روزہ رکھنا مکروہ ہے،اس لیے کہ وہ اپنے نفس کو مشقت سے دوچار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی رخصت سے اعراض کررہا ہے۔

تیسری حالت: اس کے لیے روزہ رکھنے میں کوئی مشقت و پریشانی نہ ہو، ایسی صورت میں روزہ رکھنے اور توڑنے میں سے جو چیز آسان تر ہو اس کو اختیار کرے (یعنی اگر روزہ رکھنا آسان تر ہو تو روزہ رکھے، اور اگر روزہ توڑنے میں زیادہ آسانی ہو تو روزہ توڑ دے) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾

اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں۔ (البقرۃ: ۱۸۵)

یہاں پر ارادہ محبت کے معنی میں ہے۔

اور اگر دونوں پہلو (سفر میں روزہ رکھنا اور نہ رکھنا) برابر ہیں تو روزہ رکھنا ہی افضل ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ کا فعل یہی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:

''ہم رمضان کے مہینہ میں سخت گرمی کے موسم میں (سفر پر) نکلے، یہاں تک کہ ہم میں سے ایک شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھ لیا کرتا تھا، اور ہمارے درمیان رسول اللہ ﷺ اور عبد اللہ بن

رواحۃ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی روزہ سے نہیں تھا‘‘۔

مسافر جس وقت اپنے شہر سے سفر پر نکلتا ہے اسی وقت سے لے کر پھر وہیں واپس لوٹنے تک سفر میں ہوتا ہے، اگر چہ جس شہر کی طرف اس نے سفر کیا ہے، وہاں وہ ایک مدت تک قیام کرتا ہے، بہر کیف جب تک اس کی یہ نیت ہے کہ جس مقصد کے لیے اس نے سفر کیا ہے اس کے پورا ہونے کے بعد وہ ہرگز وہاں قیام نہیں کرے گا تو وہ سفر ہی پر ہے، چنانچہ وہ سفر کی رخصتوں کو اختیار کرے گا، اگر چہ اس کے قیام کی مدت طویل ہو جائے، اس لیے کہ نبی ﷺ سے اس مدت کی تحدید و تعیین وارد نہیں ہے جس پر سفر ختم ہو جاتا ہے، اور اصل یہ ہے کہ سفر باقی ہے اور اس کے احکام ثابت ہیں یہاں تک کہ اس بات کی دلیل آجائے کہ سفر ختم ہو گیا اور اس کے احکام باقی نہیں رہے۔

وہ سفر جس کی رخصت ہے اس میں عارضی سفر جیسے حج و عمرہ، کسی رشتہ دار کی زیارت اور تجارت وغیرہ کا سفر، اور دائمی سفر جیسے کرایہ کی گاڑیاں (ٹیکسی) چلانے والوں یا اس کے علاوہ بڑی گاڑیاں چلانے والوں کے

سفر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے،وہ جب بھی اپنے شہر سے باہر نکلیں وہ مسافر ہیں،ان کے لیے وہ تمام چیزیں جائز ہیں جودیگر مسافروں کے لیے جائز ہیں جیسے رمضان کے مہینہ میں روزہ نہ رکھنا،چار رکعت والی نمازوں کو قصر کرکے دو رکعت پڑھنا،ضرورت کے وقت ظہر وعصر کے درمیان،اور مغرب وعشاء کے درمیان جمع کرنا۔ان کے لیے روزہ نہ رکھنا ہی افضل ہے اگر ان کے حق میں یہی آسان تر ہے،اور وہ موسم سرما میں اس کی قضا کریں گے،اس لیے کہ ان گاڑیاں چلانے والوں کا ایک شہر ہوتا ہے جس کی طرف وہ نسبت رکھتے ہیں،لہٰذا جب بھی وہ اپنے شہروں میں ہوں گے تو وہ مقیم سمجھے جائیں گے،اوران کے لیے وہ چیزیں جائز ہوں گی جو دیگر مقیم لوگوں کے لیے ہیں،اوران پر وہ چیزیں جاری ہوں گی جو دیگر مقیم لوگوں پر جاری ہوتی ہیں،اور جب بھی وہ سفر کریں گے تو وہ مسافر سمجھے جائیں گے ان کے لیے وہ تمام چیزیں ہوں گی جو مسافروں کے لیے ہیں،اوران پر وہ چیزیں جاری ہوں گی جومسافروں پر جاری ہوتی ہیں۔

چوتھی فصل:

مفسدات صیام یعنی روزہ توڑنے والی چیزوں کے بیان میں

روزہ فاسد کرنے والی سات چیزیں ہیں:

❶ - **جماع (ہمبستری)**: جماع کا مطلب عضو خاص کو شرمگاہ میں داخل کرنا ہے، جب بھی روزہ دار ہمبستری کرے گا اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، پھر اگر اس نے رمضان کے دن میں جماع کیا ہے اور روزہ اس پر واجب تھا تو اس پر کفارہ مغلظہ واجب ہے؛ اس لیے کہ اس کا فعل بہت برا ہے، کفارہ مغلظہ یہ ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے، اگر غلام نہ ملے تو مسلسل دو ماہ کا روزہ رکھے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، اور اگر (رمضان میں) روزہ اس پر واجب نہیں ہے مثلاً مسافر جو روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر لیتا ہے تو اس پر صرف قضا واجب ہے اس پر کفارہ نہیں ہے۔

❷ - **مباشرت**، یا بوس وکنار، یا کسی اور چیز کے ذریعہ منی نکالنا، اگر بوس وکنار کرنے سے منی نہیں نکلتی ہے تو اس پر کوئی چیز نہیں ہے۔

❸ - **کھانا اور پینا:** یعنی پیٹ کے اندر کھانا یا پانی کو پہنچانا،خواہ وہ (کھانا یاپانی) منہ کے راستہ سے ہو یا ناک کے راستہ سے،اسی طرح کھائی جانے والی یاپی جانے والی چیز کی نوعیت کچھ بھی ہو(تمام صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا)۔ نیز روزہ دار کے لیے اس طور پر بخور کا دھواں سونگھنا (دھونی لینا) جائزنہیں ہے کہ وہ اس کے پیٹ کے اندرپہنچ جائے،اس لیے کہ دھواں کے اندراجزاء(جرم یاجسم) ہوتے ہیں(جن کواگرسونگھا جائےتو ناک کے راستہ سے پیٹ تک پہنچ جاتے ہیں)،البتہ خوشبو (عطر) کے سونگھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

❹ - **جو کھانے یا پینے کے ہم معنی** (قائم مقام)ہو،مثال کے طور پر طاقت کاانجکشن جوکھانے اور پینے کا کام کرتااوراس سے بے نیاز کردیتا ہے، البتہ وہ انجکشن جوخوراک (غذا) کا کام نہیں کرتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے،چاہےوہ رگ کےراستہ سےلیاجائے یاپٹھوں کےاندرلگایاجائے۔

❺ - **سینگی کے ذریعہ خون نکالنا**،اوراسی پرقیاس کرتے ہوئے فصد اوراسی کےمثل دیگر چیزوں کے ذریعہ خون نکالنا بھی ہے جوانسان کےجسم

پرسینگی کے مانند اثر انداز ہوتی ہیں،البتہ ٹسٹ وغیرہ کے لیے تھوڑا سا خون نکالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے،اس لیے کہ اس کے اثر سے جسم اتنا کمزور نہیں ہوتا ہے جتنا کہ سینگی کے اثر سے ہوتا ہے۔

❻ - **قصداً** (جان بوجھ کر) **قے کرنا**،یعنی معدہ میں جو کچھ کھانا اور پانی ہے اسے باہر نکال دینا۔

❼ - **حیض اور نفاس کا خون آنا۔**

مذکورہ بالا مفسدات سے روزہ دار کا روزہ اسی وقت ٹوٹے گا جب اس کے اندر تین شرائط پائی جائیں:

پہلی شرط: اسے حکم اور وقت کا علم (واقفیت) حاصل ہو۔

دوسری شرط:اس کی یادداشت باقی ہو۔

تیسری شرط: وہ خودمختار ہو۔

لہٰذا اگر اس نے یہ گمان کرتے ہوئے سینگی لگوالی کہ سینگی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے تو اس کا روزہ صحیح ہے،اس لیے کہ اسے حکم کا علم نہیں ہے،اوراللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾

تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہوجائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو۔ (الاحزاب:۵)

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾

اے ہمارے رب! اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا۔ (البقرۃ:۲۸۶)

اس پر اللہ تعالیٰ نے کہا: میں نے اسے قبول فرمالیا۔

اور صحیحین میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے دو رسیاں ایک کالی اور دوسری سفید اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیں اور کھانا شروع کردیا اور ان دونوں رسیوں کی طرف دیکھتے رہے، جب ان دونوں میں سے ایک دوسرے سے ظاہر و باہر ہوگئی، تو کھانے سے رک گئے، یہ گمان کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾

یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہوجائے۔(البقرۃ:۱۸۷)

کا یہی معنی ومفہوم ہے۔

پھر نبی ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

((اس سے مراد دن (صبح) کی سفیدی اور رات کی تاریکی ہے))۔

اوران کو روزہ لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

اسی طرح اگر یہ گمان کرتے ہوئے کھالے کہ فجر طلوع نہیں ہوئی ہے، یا یہ کہ سورج غروب ہوگیا ہے، پھراس کے گمان کے خلاف چیز ظاہر ہوتو اس کا روزہ صحیح ہے، اس لیے کہ اسے وقت کا علم نہیں ہے، اور صحیح بخاری میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ:

نبی ﷺ کے زمانہ میں ایک ابرآلود دن میں ہم نے افطار کرلیا، پھر سورج طلوع (ظاہر) ہوگیا۔

(اور نبی ﷺ نے لوگوں کو قضا کا حکم نہیں دیا)

اگر قضا کرنا واجب ہوتا تو نبی ﷺ اسے ضرور بیان کرتے۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ دین کو مکمل کردیا اور اگر آپ اسے بیان کیے ہوتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے ضرور نقل کرتے ،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، لہٰذا جب صحابہ کرام نے اسے نقل نہیں کیا تو ہمیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ واجب نہیں ہے۔اور اس لیے بھی کہ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کے نقل کرنے کے اسباب مکمل طور پر پائے جاتے ہیں، لہٰذا اس سے غفلت برتنا ممکن نہیں ہے۔

نیز اگر وہ بھول جائے کہ وہ روزہ کی حالت میں ہے اور کھا پی لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

جس شخص نے روزہ کی حالت میں بھول کر کھا پی لیا تو اسے اپنا روزہ پورا کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا پلایا ہے''۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

اسی طرح اگر روزہ دار کو کھانے پر مجبور کیا جائے، یا کلی کرتے وقت پانی اس کے پیٹ میں چلا جائے، یا وہ اپنی آنکھ میں دوا کا قطرہ ٹپکائے اور قطرہ

اس کے پیٹ میں پہنچ جائے، یا خواب میں اس سے منی کا نزول ہو جائے، تو ان تمام صورتوں میں اس کا روزہ صحیح ہے؛ اس لیے یہ چیزیں بغیر اس کے اختیار وارادہ کے (غیر اختیاری طور پر) وقوع پذیر ہوئی ہیں۔

اسی طرح مسواک کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، بلکہ روزہ دار اور غیر روزہ دار ہر ایک کے لیے کسی بھی وقت مسواک کرنا سنت ہے چاہے وہ دن کے ابتدائی حصہ میں ہو یا اس کے آخری حصہ میں۔ نیز روزہ دار کے لیے ایسے وسائل کا اختیار کرنا جائز ہے جس سے وہ اپنے آپ سے گرمی اور پیاس کی شدت کو کم کر سکے، مثلاً پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنا وغیرہ، اس لیے کہ: ''نبی ﷺ روزہ کی حالت میں پیاس کی شدت کی وجہ سے اپنے سر پر پانی ڈالتے تھے''۔ اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روزہ کی حالت میں ایک کپڑا تر کر کے اسے اپنے اوپر ڈال لیا۔ درحقیقت یہ اس آسانی کے مظاہر ہیں جس کا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ارادہ رکھتا ہے، اور اللہ کی نعمت اور اس کی آسانی پر ہر قسم کی تعریف اور شکر واحسان اسی کے لیے ہے۔

پانچویں فصل: تراویح کے بیان میں

ماہ رمضان میں جماعت کے ساتھ قیام اللیل کرنے کو تراویح کہتے ہیں، اس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے طلوع فجر (صادق) تک ہے، نبی ﷺ نے ماہ رمضان میں قیام اللیل کی ترغیب دی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

''جس نے ایمان کے ساتھ اور اجر وثواب کے حصول کی نیت سے رمضان کا قیام کیا اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے''۔

اور صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: ''نبی ﷺ نے ایک رات مسجد میں قیام اللیل کیا تو کچھ لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر اگلی رات آپ نے نماز پڑھی تو لوگوں کی کثرت ہوگئی، پھر تیسری یا چوتھی رات بھی لوگ جمع ہوئے لیکن آپ نماز کے لیے ان کی طرف نہیں نکلے، جب آپ نے صبح کی تو ارشاد فرمایا:

''(آج رات) جو کچھ تم نے کیا ہے میں نے اسے دیکھا لیکن تمہاری طرف نکلنے سے میرے لیے صرف یہ چیز مانع ہوئی کہ مجھے خوف لاحق ہوا کہ

کہیں وہ (تراویح) تم پر فرض نہ کر دی جائے''۔

یہ واقعہ رمضان کے مہینہ میں پیش آیا تھا۔

سنت کا طریقہ یہ ہے کہ صرف گیارہ رکعتوں پر اکتفا کیا جائے، اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے؛ اس لیے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ رمضان میں نبی ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے، تو انہوں نے فرمایا: آپ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے''۔ (صحیح بخاری و مسلم)

اور مؤطا میں محمد بن یوسف سے مروی ہے- اور وہ ایک ثقہ اور ثبت راوی ہیں- وہ سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں- اور وہ صحابی ہیں- کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح کی نماز پڑھائیں۔

اگر کوئی تراویح کی نماز گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ اس لیے کہ نبی ﷺ سے قیام اللیل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''وہ دو دو رکعت پڑھی جائے، اور جب تم میں سے کسی کو صبح ہونے کا خوف ہو تو وہ ایک رکعت نماز پڑھ لے وہ اس کی پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی''۔ (صحیح بخاری و مسلم)

لیکن جو تعداد سنت کے اندر وارد ہے سنجیدگی اور لمبی قراءت کے ساتھ- جو لوگوں کے لیے باعث مشقت نہ ہو- اسی کی پابندی کرنا افضل اور کامل ترین ہے۔

البتہ آج کل بعض لوگ جو انتہائی جلد بازی سے کام لیتے ہیں وہ خلاف شرع ہے، اور اگر اس سے کسی واجب یا رکن کے اندر خلل پڑتا ہے تو اس سے نماز باطل ہو جائے گی۔

بہت سے ائمہ مساجد صلاۃ تراویح میں سنجیدگی (سکون و وقار) اختیار نہیں کرتے ہیں، یہ ان کی غلطی ہے، کیونکہ امام صرف اپنے لیے نماز نہیں پڑھتا ہے، بلکہ اپنے لیے اور اپنے علاوہ (مقتدیوں) کے لیے بھی نماز پڑھتا ہے، لہٰذا اس کی حیثیت ولی (سرپرست) کی طرح ہے جس پر واجب ہے کہ وہ ایسا کام کرے جو سب سے بہتر اور مناسب ترین ہو، اہل علم نے

ذکر کیا ہے کہ امام کے لیے اس قدر جلد بازی کرنا مکروہ ہے جو مقتدیوں کے لیے واجبات کی ادائیگی سے مانع ہو۔

لوگوں کے لیے مناسب اور لائق وزیبا ہے کہ وہ صلاۃ تراویح کی ادائیگی کے حریص بنیں، ایک مسجد سے دوسری مسجد جانے میں اسے ضائع نہ کردیں، کیونکہ جس شخص نے امام کے ساتھ قیام اللیل کیا یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہوگیا تو اس کے لیے پوری رات قیام اللیل کرنے کا اجروثواب لکھا جاتا ہے اگر چہ وہ اس کے بعد اپنے بستر پر ہی کیوں نہ سو گیا ہو۔

اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو صلاۃ تراویح میں عورتوں کے حاضر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ وہ شرم وحیا کے ساتھ آئیں، زیب وزینت کا اظہار کرنے والی اور خوشبوؤں سے معطر نہ ہوں۔

چھٹی فصل: زکوۃ اور اس کے فوائد کے بیان میں

زکوۃ اسلام کے فرائض کے میں سے ایک عظیم فریضہ اور شہادتین اور نماز کے بعد اس کے ارکان میں سے ایک اہم ترین رکن ہے، اس کے واجب ہونے پر اللہ تعالیٰ کی کتاب، اس کے رسول ﷺ کی سنت اور مسلمانوں

کا اجماع دلالت کرتا ہے۔ جس نے اس کے وجوب کا انکار کیا وہ اسلام سے مرتد اور کافر ہے، اس سے توبہ کروایا جائے گا، اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو ٹھیک، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور جو شخص اس کی ادائیگی میں بخیلی کرتا ہے یا اس میں سے کچھ کمی کرتا ہے تو وہ ظالموں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی سزا کا مستحق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْراً لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُواْ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْرٌ﴾

جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لیے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لیے نہایت بدتر ہے، عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے، آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، اور جو کچھ تم کر رہے ہو، اس سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔ (آل عمران: ۱۸۰)

صحیح بخاری میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال سے نوازا ہے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا ہے تو قیامت کے دن اس (مال) کو اس کے لیے ایک زہریلے سانپ کی شکل میں بنایا جائے گا جس کی آنکھ کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے، جو اس کے گلے میں طوق کی طرح ڈال دیا جائے گا، پھر وہ اس کی دونوں باچھیں (جبڑوں کو) پکڑ کر کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں''۔

(شجاع: نر سانپ کو کہتے ہیں، اور اقرع: اس سانپ کو کہتے جس کے زہر کی کثرت کی وجہ سے اس کے سر کے بال گر گئے ہوں)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۞ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾

اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں

کرتے، انہیں دردناک عذاب کی خبر پہنچا دیجیے۔ جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جسے تم نے اپنے لیے خزانہ بنا کر رکھا تھا، پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔ (التوبۃ: ۳۴-۳۵)

صحیح مسلم میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو بھی سونا یا چاندی والا شخص اپنے اس مال کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں کرتا ہے، اس کے لیے قیامت کے دن آگ کی تختیاں تیار کی جائیں گی اور انہیں جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان سے اس کے پہلو، اس کی پیشانی اور پشت کو داغا جائے گا، جب جب بھی وہ ٹھنڈی ہو جائیں گیں دوبارہ اسی طرح کا عمل کیا جائے گا، یہ عذاب ایک ایسے دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی، (یہ حالت اس وقت تک رہے گی) یہاں تک بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے''۔

زکوٰۃ کے کچھ دینی، اخلاقی اور معاشرتی فائدے ہیں، جن میں سے درج

ذیل کا ہم تذکرہ کررہے ہیں:

زکوٰۃ کے دینی فائدے:

❶ - یہ اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن کی ادائیگی ہے جس پر دنیا وآخرت میں بندہ کی نیک بختی اور کامیابی وکامرانی کا دارومدار ہے۔

❷ - یہ بندہ کو اس کے رب سے قریب کردیتی ہے اور اس کے ایمان میں اضافہ کرتی ہے، بالکل اسی طرح جس طرح کی دیگر طاعتوں (نیکیوں) کے انجام دینے سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

❸ - زکوٰۃ کی ادائیگی پر بہت بڑا اجروثواب حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الْرِّبَا وَيُرْبِىْ الصَّدَقَاتِ﴾

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے۔(البقرۃ:۲۷۶)

اور فرمایا:

﴿وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّباً لِّيَرْبُوَ فِيْ أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيْدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ﴾

تم جوسود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا۔اور جو کچھ صدقہ وزکوٰۃ تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے دو تو ایسے لوگ ہی ہیں اپنادو چند کرنے والے۔(الروم:۳۹)

اور نبی ﷺ نے ارشادفرمایا:

''جوشخص پاکیزہ (حلال) کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے -اوراللہ تعالیٰ صرف پاک چیز ہی کوقبول فرماتا ہے-تواللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھراس کی اسی طرح پرورش (افزائش) کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھیرے (گھوڑے کے بچے) کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ (صدقہ کیا ہوا مال) پہاڑ کی مانند ہوجاتا ہے''۔(صحیح بخاری ومسلم)

❹- اللہ تعالیٰ اس کے سبب خطاؤں کو معاف کردیتا ہے،جیسا کہ نبی ﷺ کافرمان ہے:

''صدقہ گناہ کو ایسے ہی مٹادیتا ہے جس طرح کہ پانی آگ کو بجھادیتی ہے''۔

یہاں پرصدقہ سے(واجبی)زکوٰۃاورعام(نفلی)صدقات وخیرات سب مراد ہیں۔

زکوٰۃ کےاخلاقی فائدے:

❶-یہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کوسخی وفیاض اورارباب جودوکرم کے زمرہ سے ملادیتی ہے۔

❷-زکوٰۃ کی وجہ سے زکوٰۃ ادا کرنے والےاپنےفقیرومحتاج بھائیوں پر مہربانی وہمدردی کرنے کی خوبی سے آراستہ ہوجاتے ہیں،اورمہربانی کرنے والوں پراللہ رحم فرماتا ہے۔

❸-اس بات کا مشاہدہ ہے کہ مسلمانوں کو مالی اور جسمانی نفع پہنچانے سے شرح صدراور دل کا سروروانبساط حاصل ہوتا ہے،اوراس کےسبب انسان اپنے بھائیوں کونفع پہنچانے کے بقدرمحبوب اورمعزز ومکرم ہوجاتا ہے۔

❹- زکوٰۃ کی ادائیگی سےصاحب زکوٰۃ کا اخلاق بخیلی اورکنجوسی سے پاک ہوجاتا ہے،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا﴾

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجیے، جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں۔(التوبۃ:۱۰۳)

زکوٰۃ کے معاشرتی فائدے:

❶ - زکوٰۃ سے غریبوں کی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے جن کی بیشتر ممالک میں اکثریت ہے۔

❷ -زکوٰۃ کے اندر مسلمانوں کی تقویت اوران کے شان کی بلندی ہے، اسی لیے زکوٰۃ کا ایک مصرف جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے، جسے ہم ان شاء اللہ عنقریب ذکر کریں گے۔

❸ -فقیر اورمحتاج وبدحال لوگوں کے دلوں میں جو کینہ وکپٹ اورعداوت ودشمنی ہوتی ہے زکوٰۃ کے ذریعہ اس کا خاتمہ ہوجاتا ہے، کیونکہ جب فقیر و محتاج لوگ مالداروں کو مال ودولت سے محظوظ ہوتے دیکھتے ہیں اورتھوڑا یا زیادہ کچھ بھی اس سے انہیں فائدہ نہیں پہنچتا ہےتو بسا اوقات ان کے دلوں میں مالداروں کے خلاف کینہ اورعداوت جنم لیتی ہے کہ انہوں نے ان کے

حقوق کی رعایت نہیں کی اور ان کی کسی ضرورت کو پورا نہیں کیا، لیکن اگر مالدار لوگ اپنے اموال میں سے کچھ حصہ ہر سال ان پر خرچ کرتے ہیں تو یہ چیزیں ختم ہو جاتی ہیں اور ان کے مابین محبت والفت پیدا ہو جاتی ہے۔

❹ - اس سے مال کے اندر نمو و بڑھوتری ہوتی ہے اور اس کی برکت میں اضافہ ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں نبی ﷺ سے وارد ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"صدقہ سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی ہے"۔

یعنی اگر چہ صدقہ سے مال کے اندر تعداد کے اعتبار سے تو کمی واقع ہوتی ہے، لیکن اس کی برکت اور مستقبل میں اس میں زیادتی اور اضافہ ہونے میں ہرگز کمی واقع نہیں ہوتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے اور اس کے مال میں برکت دیتا ہے۔

❺ - زکوٰۃ سے مال کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے، اس لیے کہ جب مال کا کچھ حصہ خرچ کیا جاتا ہے تو اس کا دائرہ بڑھ جاتا ہے اور اس سے بہت سے لوگ مستفید ہوتے ہیں، برخلاف اس کے کہ اگر وہ مالداروں کے بیچ ہی

گردش کرتا رہے،فقیر ومحتاج لوگوں کواس سے کچھ بھی نہ ملے۔

زکوٰۃ کے یہ تمام فوائداس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ فرد ومعاشرہ کی اصلاح کے لیے زکوٰۃ ایک ضروری چیز ہے،اور پاک ہے اللہ کی ذات جو علم وحکمت والی ہے۔

زکوٰۃ کچھ مخصوص مالوں کے اندر واجب ہے،انھی میں سے: سونا اور چاندی ہے بشرطیکہ وہ نصاب تک پہنچ جائیں،سونے کا نصاب گیارہ سعودی جنیہ (سونے کا سکہ) اور ایک جنیہ کا تین ساتواں (۳/۷) حصہ ہے۔اور چاندی کا نصاب چاندی کا چھپّن (۵۶) سعودی ریال یا اس کے مساوی بینک نوٹس (کرنسیاں) ہیں،اس کے اندر زکوٰۃ کی واجب مقدار اڑھائی فیصد ہے۔اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ سونا اور چاندی سکوں یا بغیر ڈھلے ہوئے ڈھیلے یا زیور کی شکل میں ہوں۔بنابریں عورت کے سونے اور چاندی کے زیور میں بھی زکوٰۃ واجب ہے اگر وہ نصاب کو پہنچ جائے،اگرچہ وہ اس کو پہنتی یا عاریت (منگنی) دیتی ہو۔اس لیے کہ سونا اور چاندی کے زکوٰۃ کو واجب کرنے والی دلیلیں بغیر کسی تفصیل کے عام

ہیں، اور اس لیے بھی کہ کچھ خاص حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں جو زیور میں زکوٰۃ کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہیں اگر چہ اسے پہنا جاتا ہو، مثال کے طور پر عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ایک خاتون نبی ﷺ کے پاس آئیں اور ان کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے، تو آپ نے فرمایا:

''کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو''؟ انہوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا:

''کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اللہ تمہیں ان دونوں کے بدلے آگ کے دو کنگن پہنائے''؟

چنانچہ اس عورت نے وہ دونوں کنگن نکال کر پھینک دیے اور کہا: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں''۔ صاحب بلوغ المرام نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ائمہ ثلاثہ (یعنی ابوداود، نسائی، ترمذی) نے روایت کیا ہے، اور اس کی اسناد قوی ہے۔

اور اس لیے بھی کہ اس میں احتیاط کا پہلو زیادہ ہے، اور جس کے اندر احتیاط کا پہلو زیادہ ہو وہی اولی و بہتر ہے۔

جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے انہی میں سے تجارت کا سامان بھی ہے،اوراس میں ہر وہ چیز داخل ہے جسے تجارت کے لیے تیار کیا گیا ہو،جیسے زمین وجائداد، گاڑیاں، مویشی، کپڑے اور اس کے علاوہ مال کے دیگر اصناف واقسام،اس کے اندرزکوٰۃ کی واجب مقدارا ڑھائی فیصد ہے،سال کے اختتام پراس کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے گا، اوراس کا اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکالی جائے گی،خواہ اس کی مالیت' قیمت خرید سے کم،یااس سے زیادہ، یااس کے مساوی ہو۔البتہ جس چیز کواس نے اپنی حاجت کے لیے،یا کرایہ پر دینے کے لیے رکھا ہے جیسے زمینی جائداد، گاڑیاں،سازوسامان وغیرہ تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہے،اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

''مسلمان پراس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے''۔

لیکن سال پورا ہونے پر کرایہ سے حاصل ہونے والی اجرت میں زکوٰۃ واجب ہے، اسی طرح سابقہ دلیلوں کی بنیاد پر سونے اور چاندی کے زیور میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

ساتویں فصل: اہل زکوٰۃ کے بیان میں

اہل زکوٰۃ سے مراد وہ جہات (مصارف) ہیں جنہیں زکوٰۃ دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مستحقین کا بیان ازخود فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاء وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾

صدقے (زکوٰۃ) صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اوران کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لیے، فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔ (التوبۃ: ٦٠)

اس طرح زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ہیں:

اول: فقراء، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی کفایت کی روزی میں سے صرف

تھوڑی چیز یعنی نصف سے بھی کم میسر ہوتی ہے، اگر انسان کے پاس اپنے نفس اور اہل وعیال پر خرچ کرنے کے لیے آدھے سال کا بھی انتظام نہیں ہے تو وہ فقیر ہے اور اسے اتنی زکوٰۃ دی جائے گی جو اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے سال بھر کے لیے کافی ہو۔

دوم: **مساکین**، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی کفایت کی آدھی یا اس سے زیادہ روزی میسر ہوتی ہے، لیکن ان کے پاس پورے سال کی روزی کا بندوبست نہیں ہوتا، چنانچہ ان کے سال بھر کا خرچ زکوٰۃ کی رقم سے پورا کر دیا جائے گا۔ اگر آدمی کے پاس نقود نہ ہوں، لیکن اس کے پاس آمدنی کا کوئی دوسرا ذریعہ جیسے صنعت وحرفت، یا تنخواہ یا کوئی اور کام ہو جس سے وہ اپنی کفایت بھر روزی کا بندوبست کر سکتا ہے، تو اسے زکوٰۃ نہیں دی جائے گی۔ اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

''مالدار کے لیے اور کمانے کی طاقت رکھنے والے توانا شخص کے لیے زکوٰۃ کے مال میں کوئی حصہ (حق) نہیں ہے''۔

تیسرا: **کارکنانِ زکوٰۃ**، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ملک کا عام حکمراں

زکوۃ وصول کرنے، اسے اس کے مستحقین پر تقسیم کرنے اوراس کی حفاظت ونگہداشت کرنے وغیرہ کی ذمہ داری سونپتا ہے، ایسے لوگوں کوان کے کام (محنت) کے مطابق زکوۃ کے مال سے دیا جائے گا اگر چہ وہ لوگ مالدار ہی کیوں نہ ہوں۔

چوتھا : وہ لوگ جن کے دلوں کی تالیف (دلجوئی) مقصود ہو، اس سے مراد وہ سردارانِ قبائل ہیں جن کے ایمان میں مضبوطی و پختگی نہ ہو، ایسے لوگوں کو زکوۃ کے مال سے دیا جائے تا کہ ان کے ایمان پختہ و مضبوط ہو جائیں اور وہ اسلام کے داعی اور نیک قدوہ و نمونہ بن جائیں۔ اگر انسان کا اسلام کمزور ہو لیکن وہ قابل اطاعت سرداروں (بااثر ورسوخ لوگوں) میں سے نہ ہو، بلکہ عام لوگوں میں سے ہو تو کیا اس کے ایمان کو مضبوط بنانے کے لیے اسے زکوۃ کا مال دیا جائے گا کہ نہیں؟..

بعض علماء کا خیال ہے کہ اسے زکوۃ کا مال دیا جائے گا؛ اس لیے کہ دین کی مصلحت جسم کی مصلحت سے عظیم تر ہے، اور جب اسے فقیر ہونے کی صورت میں اس کے جسم کو غذا وخوراک بہم پہنچانے کے لیے زکوۃ دی جاتی

ہے،تو اس کے دل کو ایمان کی غذا بہم پہنچانا زیادہ نفع بخش اور بڑھ کر ہے۔ جبکہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اسے زکوۃ نہیں دی جائے گی؛اس لیے کہ اس کے ایمان کی تقویت سے حاصل ہونے والی مصلحت انفرادی اوراسی کے ساتھ مخصوص ہے۔

پانچواں: **گردن آزاد کرانا**،اس مصرف میں زکوۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کرنا، مکاتب غلام (جس نے اپنے مالک سے آزادی کا معاہدہ طے کر رکھا ہے) کی مدد کرنا اور مسلمان قیدیوں کو چھڑانا داخل ہے۔

چھٹا : **قرض دار**،اس سے مراد وہ قرض دار لوگ ہیں جن کے پاس اپنے قرض کی ادائیگی کی طاقت نہ ہو،ایسے لوگوں کو زکوۃ کے مد سے اتنی رقم دی جائے گی جس سے وہ اپنے قرض کی ادائیگی کر سکیں خواہ وہ قرض تھوڑا ہو یا زیادہ،اگر چہ وہ روزی کے اعتبار سے مالدار ہی کیوں نہ ہوں،اگر مان لیا جائے کہ کوئی ایسا شخص ہے جس کے پاس کوئی ذریعۂ آمدنی ہے جو اس کی اور اس کے اہل وعیال کی روزی کے لیے کافی ہے،مگر اس کے اوپر اتنا قرض ہے جس کی ادائیگی کی وہ طاقت نہیں رکھتا ہے،تو اسے اتنی زکوۃ دی جائے گی

جس سے اس کے قرض کی ادائیگی ہو سکے۔

آدمی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے فقیر مقروض شخص سے قرض کو ساقط کردے اور یہ نیت کرے کہ وہی اس کے مال کا زکوٰۃ ہے۔

علماء کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر قرض دار شخص آدمی کا باپ یا بیٹا ہو، تو کیا اسے اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے؟ صحیح قول یہ ہے کہ اسے زکوٰۃ کا مال دے سکتے ہیں۔

اگر صاحب زکوٰۃ جانتا ہے کہ قرض دار شخص اپنے قرض کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا ہے، تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ صاحب حق کے پاس جائے اور اس کے حق کی ادائیگی کر دے اگر چہ قرض دار کو اس کا علم نہ ہو۔

ساتواں: فی سبیل اللہ (اللہ کے راستہ میں)، اس سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے، چنانچہ مجاہدین کو زکوٰۃ کی اتنی رقم دی جائے گی جو ان کے جہاد کے لیے کافی ہو، اسی طرح زکوٰۃ کے مال سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جنگی ساز وسامان خریدے جائیں گے۔

اللہ کے راستے میں شرعی علم بھی داخل ہے، چنانچہ شرعی علم حاصل کرنے

والے طلباء کو زکوٰۃ کا مال دیا جائے گا تاکہ وہ علم حاصل کرنے کے لیے کتابیں وغیرہ فراہم کرسکے، الا یہ کہ خود اس کے پاس مال ہو جس سے وہ تحصیل علم کرسکے۔

آٹھواں: ابن سبیل (مسافر)، اس سے مراد وہ مسافر ہے جس کا سفر منقطع ہو گیا ہو یعنی دورانِ سفر اس کا زادِراہ ختم ہو گیا ہو، چنانچہ اسے زکوٰۃ کے مال سے اتنی رقم دی جائے گی جس سے وہ اپنے شہر (وطن) تک پہنچ سکے۔

یہی لوگ زکوٰۃ کے مستحقین ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے، اور اس بات کی خبر دی ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے جو علم وحکمت سے صادر ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ علم وحکمت والا ہے۔

زکوٰۃ کی رقم کو اس کے مذکورہ مستحقین کے علاوہ کسی اور مصرف مثلاً مساجد کی تعمیر اور راستے کی اصلاح وغیرہ میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مستحقین کو حصر کے طور پر ذکر کیا ہے، اور حصر کا فائدہ یہ ہے کہ وہ غیر محصور سے حکم کی نفی کرتا ہے۔

زکوٰۃ کے مذکورہ بالا مصارف میں جب ہم غور وفکر کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو بذات خود زکوٰۃ کے ضرورتمند ہوتے ہیں، اور کچھ ایسے ہیں جن کی مسلمانوں کو ضرورت پڑتی ہے، اس سے ہمیں اس بات کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے کہ زکوٰۃ کے واجب قرار دیے جانے میں کس قدر حکمت ہے، اس کی حکمت ایک مکمل صالح معاشرہ کی تعمیر ہے جو بقدرِ امکان خود کفیل ہو، اور یہ کہ اسلام نے مال ودولت کو اور مال ودولت پر مبنی ممکن مصلحتوں کو نظر انداز نہیں کیا ہے، اور نہ ہی لالچی اور بخیل نفوس کے لیے ان کی کنجوسی اور ہوا پرستی کی آزادی چھوڑی ہے، بلکہ اسلام خیر وبھلائی کا سب سے بڑا راہنما اور قوموں کی اصلاح کا سب سے بڑا علمبردار ہے، اور ہر قسم کی تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

آٹھویں فصل: زکوٰۃ الفطر کے بیان میں

زکوٰۃِ فطر ایک فریضہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان کے اختتام پر فرض قرار دیا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے غلام اور آزاد، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے

تمام مسلمانوں پر رمضان کے اختتام پر زکوٰۃ فطر فرض قرار دیا ہے''۔
(صحیح بخاری ومسلم)

زکوٰۃِ فطر لوگوں کی عام خوراک کی انواع واصناف میں سے ایک صاع کی مقدار ہے،ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ہم نبی ﷺ کے زمانہ میں عید الفطر کے دن اشیائے خوراک میں سے ایک صاع نکالتے تھے،اور(اس وقت) ہمارا خوراک جو،کشمش،پنیر اور کھجور تھا''۔(صحیح بخاری)

لہٰذا روپئے پیسے (نقدی)،بستر بچھونے،لباس،چوپایوں کے خوراک، سازو سامان وغیرہ سے زکوٰۃ فطر نکلنا کفایت نہیں کرے گا،کیونکہ یہ نبی ﷺ کے حکم کے خلاف ہے،اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ عمل مردود (نا قابل قبول) ہے''۔

صاع کی مقدار اچھے قسم کے گندم سے دو کلو چالیس گرام (2.040kg) ہے، یہی صاع نبوی کی مقدار ہے جس کے ذریعہ

نبی ﷺ نے فطرہ (فطرانہ) کی مقدار مقرر کی ہے۔

صدقۂ فطر نمازِ عید سے پہلے نکالنا واجب ہے، افضل یہ ہے کہ اسے عید کے دن نمازِ عید سے پہلے نکالا جائے، عید سے ایک یا دو دن پہلے بھی نکالنا کافی (جائز) ہے، البتہ نمازِ عید کے بعد نکالنا کفایت نہیں کرے گا، اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ:

''نبی ﷺ نے روزہ دار کو لغو و رفث سے پاک کرنے اور مساکین کو خوراک مہیا کرنے کے لیے زکوٰۃِ فطر فرض قرار دیا ہے، چنانچہ جس نے اس کی ادائیگی نمازِ عید سے پہلے کر دی تو وہ مقبول زکوٰۃ ہے، اور جس نے اسے نمازِ عید کے بعد ادا کیا تو وہ عام صدقات و خیرات کی طرح ایک صدقہ ہے''۔(ابوداود، ابن ماجہ)

لیکن اگر اسے عید کا پتہ نماز کے بعد چلے، یا وہ اس کے نکالنے کے وقت شہر سے باہر صحرا (بیابان) میں یا ایسے شہر میں تھا جہاں اس کا کوئی مستحق نہیں، تو اسے نماز کے بعد نکالنا کفایت کرے گا اگر وہ نکالنے پر قادر ہے۔ والـلّٰـه أعلم وصلىٰ الله علىٰ نبينا محمد وآله وصحبه.

چند منتخب فتاوے

سوال: ماہ رمضان میں صرف روزہ رکھنے اور نماز نہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص صرف روزہ رکھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا ہے، اس کا روزہ اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا، اور نہ تو وہ مقبول ہوگا اور نہ ہی اس سے اس کا ذمہ بری ہوگا۔ بلکہ جب وہ نماز ہی نہیں پڑھتا تو وہ روزہ کا مُطالَب نہیں ہے؛ اس لیے کہ جو نماز نہیں پڑھتا وہ یہودی اور نصرانی (عیسائی) کی طرح ہے، آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر یہودی یا نصرانی اپنے دین پر برقرار رہتے ہوئے روزہ رکھے تو کیا اس کا روزہ مقبول ہوگا؟ بالکل نہیں۔ لہٰذا ایسے شخص سے ہم یہ کہیں گے کہ تو اللہ سے توبہ کر کے نماز پڑھ اور روزہ رکھ، اور جو اللہ سے توبہ کرے اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

سوال: کیا رمضان میں قیام اللیل (تراویح) کی کوئی معین تعداد ہے یا نہیں؟

جواب: واجبی طور پر رمضان کے قیام اللیل (تراویح) کی معین تعداد نہیں ہے، لہٰذا اگر انسان پوری رات قیام اللیل کرے تو کوئی حرج نہیں، اور

اگر بیس رکعت یا پچاس رکعت قیام اللیل کرے تو بھی کوئی حرج نہیں ،لیکن قیام اللیل کی افضل تعداد وہی ہے جو نبی ﷺ پڑھتے تھے،اور وہ گیارہ رکعت یا تیرہ رکعت ہے، کیونکہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا کہ: نبی ﷺ رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا: آپ رمضان میں اور غیرِ رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔(صحیح بخاری1147،3569 صحیح مسلم1670)

لیکن ان رکعتوں کو مشروع طریقہ پر پڑھنا واجب ہے،اوران کے اندر قراءت، رکوع،سجدہ،رکوع کے بعد قیام اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ کو لمبا کرنا مناسب ہے، ایسا نہ کرے جس طرح کہ آج کل بعض لوگ کرتے ہیں کہ وہ اتنی تیزی سے نماز پڑھاتے ہیں کہ مقتدیوں کو جو نماز کے اندر کرنا چاہیے اسے کرنے کا موقع نہیں ملتا ہے، جبکہ امامت ایک ولایت (ذمہ دارانہ منصب) ہے،اور والی کے لیے لازم ہے کہ وہی کام کرے جو سب سے زیادہ نفع بخش اورسب سے بہترین ہو۔

سوال:اگر لوگوں کو ماہِ رمضان کے داخل (شروع) ہونے کا اس وقت

پتہ چلے جب دن کا ایک حصہ گذر جائے، تو کیا ان پر دن کے باقی حصہ میں کھانے پینے سے رکے رہنا واجب ہے؟ یا وہ اس دن کی قضا کریں گے؟

جواب: اگر لوگوں کو ماہِ رمضان کے داخل (شروع) ہونے کا پتہ دن کے دوران چلے تو ان پر (اسی وقت سے) کھانے پینے سے رک جانا واجب وضروری ہے؛ اس لیے کہ یہ ثابت ہو گیا کہ یہ دن ماہِ رمضان کا ہے، سو اس میں کھانے پینے سے رک جانا واجب وضروری ہو گیا۔ لیکن کیا ان لوگوں کے لیے اس دن کے روزہ کی قضا کرنا لازم وضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔

جمہور علماء کی رائے ہے کہ ان پر قضا لازمی ہے؛ کیونکہ انہوں نے دن کے ابتدائی حصہ سے روزہ کی نیت نہیں کی ہے، بلکہ دن کا ایک حصہ بغیر نیت کے گذرا ہے، اور نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

,,عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر انسان کو وہی چیز حاصل ہو گی جس کی اس نے نیت کی ہے''۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر: 1، صحیح مسلم حدیث نمبر: 4962)

جبکہ بعض اہل علم اس بات کی طرف گئے ہیں کہ ان پر قضالازم نہیں ہے؛ اس لیے کہ وہ لوگ جہالت اور ناواقفیت کی بنا پر بغیر روزہ کی نیت کے تھے، اور جاہل شخص اپنی جہالت اور ناواقفیت کی بنیاد پر معذور ہے۔

لیکن از روئے احتیاط اور ذمہ داری سے بری ہونے کے پہلو سے قضا کرنا ہی بہتر ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"جس چیز میں تمہیں شک ہوا سے چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جس میں تمہیں کوئی شک وشبہ نہ ہو"۔(اس حدیث کوامام بخاری نے کتاب البیوع، باب تفسیر المشبهات میں بصیغۂ تعلیق روایت کیا ہے)۔

اور یہ محض ایک دن کا معاملہ جو کہ آسان چیز ہے اس میں کوئی مشقت نہیں ہے، مزید اس کے اندر نفس کی راحت اور دل کا اطمئنان ہے۔

سوال: بعض میڈیکل اسٹورز میں ایک قسم کا اسپرے ملتا جسے بعض دمہ کے مریض استعمال کرتے ہیں، کیا رمضان کے دن میں روزہ دار کے لیے اس کا استعمال جائز ہے؟

جواب: روزہ دار کے لیے (Inhaler) کا استعمال جائز ہے چاہے وہ

رمضان کا روزہ ہو یا غیرِ رمضان میں ہو۔.اس لیے کہ یہ اسپرے معدہ تک نہیں پہنچتا ہے، بلکہ یہ ہوا کی نالیوں میں جاتا ہے جس سے وہ پھول جاتی ہیں اور اس کے بعد انسان معمول کے مطابق سانس لینے لگتا ہے، پس وہ کھانے اور پینے کے ہم معنی (قائمقام) نہیں ہے اور نہ ہی وہ معدہ تک پہنچنے والا کھانا اور پینا ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اصل روزہ کی صحت و درستگی ہے یہاں تک کہ کتاب یا سنت یا اجماع یا صحیح قیاس سے کوئی دلیل آجائے جو اس کے فاسد ہونے پر دلالت کرے۔

سوال: رمضان کے دن میں روزہ دار کے لیے ٹوتھ پیسٹ (دانتوں کا منجن) استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: رمضان میں اور غیرِ رمضان میں روزہ دار کے لیے ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ اس کے معدہ تک نہیں پہنچتا ہے، لیکن نہ استعمال کرنا بہتر ہے؛ اس لیے کہ اس کے اندر قوی تاثیر ہوتی ہے جو غیر شعوری طور پر انسان کے معدہ تک پہنچ سکتی۔اسی لیے نبی ﷺ

نے لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کروالا یہ کہ تم روزہ سے ہو''۔

(ترمذی حدیث نمبر:788،نسائی حدیث نمبر: 87)

لہٰذا بہتر یہ ہے کہ روزہ دار پیسٹ استعمال نہ کرے،اور معاملہ کے اندر وسعت ہے،اگر اسے افطاری کرنے تک موخر کردیتا ہے تو سمجھیے اس نے جس چیز سے روزہ فاسد ہونے کا خدشہ تھا اس سے احتراز کرلیا۔

ضمیمہ

زکوٰۃ کیا ہے؟ مخصوص اوصاف کے حامل مخصوص مال کے اندر ایک مخصوص وقت پر مخصوص لوگوں کے لیے ایک واجبی حق ہے۔

زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطیں؟ زکوٰۃ کے واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں:

❶- صاحب زکوٰۃ مسلمان ہو۔ ❷- وہ آزاد ہو غلام نہ ہو۔ ❸-زکوٰۃ کا مال مقررہ نصاب کو پہنچ جائے۔ ❹- زکوٰۃ کا مال صاحبِ زکوٰۃ کی ملکیت میں ہو۔ ❺-زکوٰۃ کے مال پر ایک سال کا عرصہ گذر گیا ہو (زمینی پیداوار یعنی غلہ جات اور پھلوں کے لیے یہ شرط نہیں ہے)۔

کن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے؟ جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے ان کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: سونا، چاندی اور موجودہ دور میں اس کے قائم مقام مختلف اقسام کے بینک نوٹس (کرنسیاں)۔

دوسری قسم: چرنے والے مویشی (چوپائے)۔

تیسری قسم: زمینی پیداوار (پھل اور غلہ جات)۔

چوتھی قسم: سامان تجارت۔

جن مالوں میں زکوٰۃ واجب ہے ان کا نصاب اور مقدارزکوٰۃ

پہلی قسم : سونا، چاندی اور اس کے قائم مقام بینک نوٹس (مختلف قسم کی کرنسیوں) کی زکوٰۃ:

❶ - **سونا**: احادیث رسول ﷺ کی رو سے سونے کا نصاب ۲۰ دینار (مثقال) ہے، جس کا وزن موجودہ زمانہ میں (۸۵) گرام ہے، کیونکہ ایک دینار کا وزن **4.25** گرام ہوتا ہے، اس طرح **20** دینار کا وزن (**20×4.25**)=**85** گرام ہوگا۔ لہٰذا اگر کسی کے پاس **85** گرام یا اس سے زائد سونا ہے اور اس پر ایک سال گذر چکا ہے تو اس میں اڑھائی فیصد زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مثال کے طور پر اگر سونے کا دام بازار میں **800** روپئے فی گرام ہے، تو **85** گرام سونے کے دام (**800×85**)=**68,000** روپئے ہوں گے، اس پر اڑھائی فیصد (**2.5%68,000**) یعنی **1700** روپئے زکوٰۃ ہوگی۔

❷ - **چـــانـدی**: حدیث کے مطابق چاندی کا نصاب **200** درہم ہے، موجودہ دور میں رائج پیمانہ کے اعتبار سے ایک درہم کا وزن **2.975** گرام ہوتا ہے، اس حساب سے **200** درہم کا وزن **595** گرام چاندی ہوتا ہے۔

اگر کسی کے پاس **595** گرام یا اس سے زائد چاندی ہے اور اس پر سال گذر چکا ہے تو اس میں اڑھائی فیصد (چالیسواں حصہ) زکوٰۃ واجب ہے، مثلاً اگر چاندی کا دام بازار میں **9000** روپئے فی کلو ہے، تو **595** گرام چاندی کے (**595×9**)=**5,355** روپئے ہوئے، اس پر اڑھائی فیصد **133.875** روپئے زکوٰۃ ہوگی۔

❸ -**کاغذی کرنسیاں**: موجودہ دور میں سونے اور چاندی کے سکوں (دینار اور درہم) کی جگہ پر کرنسی نوٹس کے ذریعہ لین دین ہوتا ہے، لہٰذا کرنسی نوٹس میں بھی زکوٰۃ واجب ہے جس طرح کہ اس کے اصل میں زکوٰۃ واجب ہے، اور اس کا نصاب بھی سونے اور چاندی کے نصاب کی طرح ہے، یعنی اگر کسی کے پاس اتنے کرنسی نوٹس ہیں جن کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب تک پہنچ جاتی ہے تو سال گذرنے کے بعد اس میں اڑھائی فیصد زکوٰۃ واجب

ہے۔واضح رہے کہ گرچہ سونے اور چاندی کے دام میں کافی تفاوت ہے، لیکن فقراء ومساکین کی ضرورتوں کی رعایت کرتے ہوئے کرنسیوں کی زکوٰۃ چاندی کے نصاب سے دینی چاہیے۔

دوسری قسم: **زمینی پیداوار یعنی غلہ جات اور پھلوں کی زکوٰۃ:**

پھلوں اور غلہ جات کا نصاب پانچ وسق ہے،اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ»

پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے“۔(صحیح بخاری ومسلم)

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے،اس طرح پانچ وسق تین سو صاع ہوئے۔(صاع سے مراد صاع نبوی ہے جو چار مد کا ہوتا ہے)صاع ایک ناپنے کا پیمانہ ہے جس کا وزن موجودہ پیمانے کے اعتبار سے اڑھائی (2.500) کلوگرام ہوتا ہے۔اس طرح تین سو صاع کی مقدار ساڑھے سات سو(750kg) کلوگرام ہوئی۔

زمین سے پیدا ہونے والے غلہ جات اور پھلوں کی دو حالتیں ہیں:

اگراس کی پیداواربغیرمحنت ومشقت کے مثلاً بارش اورچشموں کے پانی سے سینچائی کرکے ہوئی ہےتو اس میں دسواں حصہ(دس فیصد)زکوٰۃ واجب ہے،اور اگراس کی پیداوار محنت ومشقت مثلاً مشین اور رہٹ وغیرہ سے سینچائی کے ذریعہ ہوئی ہےتو اس میں بیسواں حصہ(پانچ فیصد)زکوٰۃ واجب ہے۔

مثال کےطور پر اگرکسی کے ہاں ۱۵۰۰/کلوگرام گیہوں کی پیداوار ہوئی ہے،تو اب دیکھیں گے کہ اگراس کی پیداوار بغیرمحنت ومشقت کے مثلاً بارش اور چشموں وغیرہ کے پانی سے ہوئی ہے ،تو اس میں دسواں حصہ(10%) یعنی(150 کلوگرام)زکوٰۃ واجب ہے۔

اوراگراس کی پیداوارمحنت ومشقت کے ذریعہ مثلاً مشین اوردیگرآلات سے سینچ کرہوئی ہےتو اس میں بیسواں حصہ(5%) یعنی(**75** کلوگرام) زکوٰۃ واجب ہے۔

تیسری قسم : **مویشی کا نصاب:** اس سے مراداونٹ،گائے اور بھیڑبکریاں ہیں،ان میں زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں:

① - یہ جانور پورے سال یا سال کا بیشتر حصہ باہر میدان وغیرہ میں چھوٹ کر چرنے والے ہوں۔

② - ان کی ملکیت پر ایک سال کا عرصہ گذر جائے۔

③ - وہ نصاب کو پہنچ جائیں: یعنی وہ کم سے کم پانچ اونٹ، چالیس بھیڑ بکریاں، اور تیس گائیں ہوں، اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

❶ - اونٹ کی زکوٰۃ کی تفصیل:

اونٹ کی تعداد	4-1	9-5	14-10	19-15	24-20
مقدار زکوٰۃ	زکوٰۃ نہیں	1 بکری	2 بکریاں	3 بکریاں	4 بکریاں

35-25	45-36	60-46	75-61	90-76	120-91
1 بنت مخاض	1 بنت لبون	1 حقہ	1 جذعہ	2 بنت لبون	2 حقہ

نوٹ: جب اونٹوں کی تعداد (120) سے زیادہ ہو جائے تو ہر چالیس بکریوں میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس بکریوں میں ایک حقہ زکوٰۃ واجب ہے، مثال کے طور پر درج ذیل چارٹ ملاحظہ کریں:

129-121	139-130	149-140	159-150	169-160
3 بنت لبون	1 حقہ 2 بنت لبون	2 حقہ 1 بنت لبون	3 حقہ	4 بنت لبون

بنت مخاض: اونٹنی کا ایک سال کا مادہ بچہ۔ **بنت لبون**: اونٹنی کا دو سال کا مادہ بچہ۔

حقہ: اونٹنی کا تین سال کا مادہ بچہ۔ **جذعہ**: اونٹنی کا چار سال کا مادہ بچہ۔

❷-گائے کی زکاۃ کی تفصیل:

گائے کی تعداد	29-1	39-30	59-40	69-60	79-70
مقدارزکوۃ	زکوۃ نہیں	1 تبیع یاتبیعہ	1 مسنہ	2 تبیعہ	1مسنہ 1 تبیعہ

نوٹ:جب گائے کی تعداد(**70**)سے زیادہ ہوجائے تو ہرتیس گائے میں ایک تبیع ،اور ہر چالیس گائے میں ایک مسنہ واجب ہے۔مثال کے طور پر درج ذیل چارٹ ملاحظہ کریں:

89-80	99-90	109-100	119-110	129-120
2 مسنہ	3 تبیعہ	1مسنہ 2 تبیع	2مسنہ 1 تبیع	3 مسنہ یا4 تبیع

❸-بکری کی زکوۃ کی تفصیل:

بکریوں کی تعداد	39 -1	120-40	200-121	399-201
مقدارزکوۃ	کوئی زکوۃ نہیں	1 بکری	2 بکریاں	3 بکریاں

نوٹ: اگر دوسوبکریوں سے ایک زیادہ ہوجائے تو اس میں تین بکریاں زکوۃ میں نکالنا واجب ہے، پھر اس کے بعد ہر ایک سوبکریوں میں ایک بکری زکوۃ واجب ہے۔مثال کے طور پر درج ذیل چارٹ ملاحظہ کریں:

499-400	599-500	699-600	799-700	899-800
4 بکریاں	5 بکریاں	6 بکریاں	7 بکریاں	8 بکریاں

چوتھی قسم: سامان تجارت

اس سے مقصود ہر وہ سامان ہے جسے دوکانوں، شورومز اور سپر مارکٹس وغیرہ میں تجارت اور فروخت کے لیے رکھا گیا ہو، جیسے: کپڑے، کھانے پینے کی چیزیں اور اس کے متعلقات، گاڑیاں، مشینری، تعمیراتی مٹیریل، اسپیر پارٹس اور دیگر آلات۔ اسی طرح تجارت وفروخت کے غرض سے تیار کی گئی عمارتیں، اراضی (زمینیں)، نیز فروخت وتجارت کے مقصد کے لیے مخصوص ہر قسم کے مویشی وچوپائے۔

ہر قسم کے سامان تجارت میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کی دلیل سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

''ہم جوکچھ فروخت (تجارت) کے لیے تیار کرتے تھے رسول اللہ ﷺ ہمیں اس سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیتے تھے''۔

(ابوداود، بیہقی، دارقطنی).

جب سامان تجارت کی مالیت چاندی یا سونے کے نصاب تک پہنچ جائے اور اس پر ایک سال کا عرصہ گذر جائے، تو اس کی قیمت کا اندازہ لگا کر

اڑھائی فیصد (2.5%) زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ واضح رہے کہ سامان تجارت کی زکوٰۃ اس کی قیمت سے نکالی جائے گی، بذات خود سامان سے نہیں، یعنی سامان تجارت کو زکوٰۃ کے طور پر نہیں دیا جائے گا۔

اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ تاجر سال میں ایک دن مقرر کرلے، اور ہر سال اس دن اپنے تمام تجارتی سامان کی مالیت (قیمت) کا اندازہ لگا کر اس میں اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکال دے۔ (معلوم ہونا چاہیے کہ رمضان کے مہینہ میں زکوٰۃ نکالنا افضل ہے؛ اس لیے کہ اس ماہ میں ایک فریضہ کا ثواب ستر فریضے کے برابر ملتا ہے، نیز بعض صحابہ سے وارد ہے کہ یہ زکوٰۃ کا مہینہ ہے)۔

اگر زمین وجائداد کے اندر آدمی کا حصہ (شیئر) ہے تو سال پورا ہونے پر اس کی مالیت (قیمت) دریافت کرکے اپنے حصہ کی زکوٰۃ نکالے۔

جو زمین وجائداد، گاڑیاں اور گھر ومکان وغیرہ ذاتی استعمال کے لیے مخصوص ہیں ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اسی طرح کرایہ پر دینے کے لیے مخصوص کردہ چیزوں (مثلاً عمارتوں، گاڑیوں، ہوٹلوں وغیرہ) میں بھی زکوٰۃ

نہیں ہے،لیکن ان سے حاصل ہونے والے کرایے (اجرت) میں سال گذرنے پرزکوٰۃ واجب ہے۔

آدمی کا جو مال کسی کے پاس قرض ہے اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، لیکن اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ قرض کسی مالدار شخص پر ہے،جس سے کسی بھی وقت واپس لی جاسکتی ہے،تواس میں ہرسال زکوٰۃ واجب ہے،البتہ اگر وہ قرض کسی غریب شخص پر ہے،جس سے واپس ملنے کی کوئی امید نہیں ہے، یا ایسے شخص پر ہے جوقرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کررہا ہے،تو ایسی صورت میں اس قرض پر ہرسال زکوٰۃ واجب نہیں ہے،مگر جب وہ قرض واپس مل جائے تواس میں ایک سال کی زکاۃ نکالنی چاہیے۔اسی طرح اگر آدمی کا مال یا اس کی قیمت گراہکوں کے پاس پھنس گئی ہے؛اس کے ملنے کی امید نہیں ہےتواس کے ملنے پرایک سال کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

(عطاءالرحمٰن ضیاءاللہ)*

*atazia75@hotmail.com

فہرست موضوعات